آرا وافکار

ڈاکٹرمحی الدین غازی*

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر

مولانا محمد امانت اللہ اصلاحی کے افادات کی روشنی میں (۶)

(۵۰) لفظ أمثال کے قرآنی استعمالات

لفظ أمثال قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اور مختلف معنوں میں آیا ہے، سیاق وسباق سے یہ طے ہوتا ہے کہ کس جگہ کیا مفہوم مراد ہے، جیسے:

أمثال جب مَثل کی جمع ہوتا ہے تو مثالوں کے معنی میں آتا ہے جیسے:

کَذَلِکَ یَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ۔ (محمد:۳)

''اس طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کی مثالیں بیان کررہا ہے''۔(امین احسن اصلاحی)

''اسی طرح خدا لوگوں سے ان کے حالات بیان فرماتا ہے''۔(فتح محمد جالندھری)

أمثال جب مِثل کی جمع ہوتا ہے تو ''اسی طرح'' کے معنی میں آتا ہے، جیسے:

إِنَّ الَّذِینَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُکُمْ۔ (الاعراف:۱۹۴)

''جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں''۔(فتح محمد جالندھری)

اسی طرح مذکورہ ذیل آیت میں بھی أمثال کا یہی مفہوم لینا درست ہے:

أَفَلَمْ یَسِیرُوا فِی الْأَرْضِ فَیَنظُرُوا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِینَ مِن قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَیْهِمْ وَلِلْکَافِرِینَ أَمْثَالُهَا۔ (محمد:۱۰)

''کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ خدا نے ان پر تباہی ڈال دی۔ اور اسی طرح کا (عذاب) ان کافروں کو ہوگا''(فتح محمد جالندھری)

صاحب تدبر نے یہاں مثالوں کا ترجمہ کیا جو درست نہیں ہے۔

''کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ کیا انجام ہو چکا ہے ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ نے ان کو پامال کر چھوڑا اور ان کافروں کے سامنے بھی انہی کی مثالیں آنی ہیں''۔(امین احسن اصلاحی)

*ہیڈ آف ریسرچ دارالشریعۃ متحدہ عرب امارات۔ mohiuddin.ghazi@gmail.com

لفظ کی رعایت سے بالکل صحیح ترجمہ یہ ہے: اور کافروں کے لئے اسی طرح کا انجام ہے''۔ (امانت اللہ اصلاحی)

(۵۱) قوموں کو بدلنا یا انسانوں کی شکل وصورت کو بدلنا

نَحۡنُ خَلَقۡنَاهُمۡ وَشَدَدۡنَا أَسۡرَهُمۡ وَإِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَا أَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِيلاً ۔ (الانسان:۲۸)

نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَيۡنَكُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوقِينَ۔ عَلَى أَن نُّبَدِّلَ أَمۡثَالَكُمۡ وَنُنشِئَكُمۡ فِي مَا لَا تَعۡلَمُونَ۔ (الواقعۃ:۶۰۔۶۱)

كَلَّا إِنَّا خَلَقۡنَاهُم مِّمَّا يَعۡلَمُونَ۔ فَلَا أُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشَارِقِ وَالۡمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ۔ عَلَى أَن نُّبَدِّلَ خَيۡراً مِّنۡهُمۡ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوقِينَ۔ (المعارج:۳۹۔۴۱)

مذکورہ بالا تین آیتوں میں عام طور سے مترجمین نے جو ترجمہ کیا ہے، اس سے یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ انسانوں کے موجودہ گروہ کی جگہ دوسرے انسانوں کو لے آئے۔

جو بات ان مترجمین ومفسرین نے اختیار کی ہے وہ اپنے آپ میں صد فی صد درست ہے، اور قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر بہت واضح لفظوں میں بیان کی گئی ہے، جیسے:

وَإِن تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡماً غَيۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمۡثَالَكُمۡ۔ (محمد:۳۸)

البتہ مذکورہ تینوں آیتوں میں مولانا امانت اللہ اصلاحی کا خیال ہے کہ گفتگو ایک گروہ کو ہٹا کر دوسرے گروہ کو لانے کی نہیں ہو رہی ہے، بلکہ انسانوں کی تخلیق کی ہو رہی ہے، اور موقعہ کا تقاضا اللہ کی اس قدرت کو بتانا ہے کہ انسانوں کی جس طرح کی تخلیق اللہ نے کی ہے، اس سے مختلف تخلیق پر بھی اللہ قادر ہے۔ تینوں آیتوں کے سیاق پر محض سرسری نظر ڈالنے سے بھی بآسانی واضح ہو جاتا ہے کہ تینوں آیتوں میں بدل دینے کے ذکر سے اللہ کی کس قدرت کا بیان ہے۔

ان تینوں آیتوں کا ترجمہ عام طور سے کس طرح کیا گیا ہے اور کس طرح ہونا چاہیے، ذیل کی تفصیل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

نَحۡنُ خَلَقۡنَاهُمۡ وَشَدَدۡنَا أَسۡرَهُمۡ وَإِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَا أَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِيلاً ۔ (الانسان:۲۸)

''ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں''۔ (احمد رضا خان)

'' ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے، اور جب ہم چاہیں گے ٹھیک انہی کے مانند بدل دیں گے''۔ (امین احسن اصلاحی)

'' ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے مقابل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے ان ہی کی طرح اور لوگ لے آئیں'' (فتح محمد جالندھری)

'' ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہیا ور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور (نیز) جب ہم چاہیں انہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں''۔ (اشرف علی تھانوی)

جبکہ سیاق وسباق اور خود اس جملے کے الفاظ کے لحاظ سے درست ترجمہ یہ ہے:

'' ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں، اور ہم جب چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ

دیں''۔(سید مودودی)

نَحنُ قَدَّرنَا بَینَکُمُ المَوتَ وَمَا نَحنُ بِمَسبُوقِینَ۔ عَلَی أَن نُّبَدِّلَ أَمثَالَکُم وَنُنشِئَکُم فِی مَا لَا تَعلَمُونَ۔(الواقعۃ:۶۰۔۶۱)

''ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس (بات) سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں''۔(فتح محمد جالندھری)

''ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کی ہے اور ہم عاجز رہنے والے نہیں ہیں۔(بلکہ قادر ہیں) اس بات پر کہ ہم تمہاری جگہ تمہارے مانند بنا دیں، اور تم کو اٹھائیں اس عالم میں جس کو تم نہیں جانتے''۔(امین احسن اصلاحی)

درست ترجمہ یہ ہے:

''ہم نے تمہارے درمیان موت کو تقسیم کیا ہے، اور ہم اِس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری شکلیں بدل دیں اور کسی ایسی شکل میں تمہیں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے''۔(سید مودودی)

''ہم نے تمہارے درمیان موت کا نظام رکھا ہے، اور ہم اِس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری شکل وصورت بدل دیں اور تم کو نشو ونما دیں ایسی حالت میں جسے تم نہیں جانتے''۔(امانت اللہ اصلاحی)

کَلَّا إِنَّا خَلَقنَاهُم مِّمَّا یَعلَمُونَ۔ فَلَا أُقسِمُ بِرَبِّ المَشَارِقِ وَالمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ۔ عَلَی أَن نُّبَدِّلَ خَیراً مِّنهُم وَمَا نَحنُ بِمَسبُوقِینَ۔ (المعارج:۳۹۔۴۱)

''ہرگز نہیں ہم نے جس چیز سے اِن کو پیدا کیا ہے اُسے یہ خود جانتے ہیں۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، ہم اِس پر قادر ہیں کہ اِن کی جگہ اِن سے بہتر لوگ لے آئیں اور کوئی ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے''۔(سید مودودی)

درست ترجمہ یہ ہے:

اور ہم پوری قدرت رکھتے ہیں اور ہمارے بس سے باہر نہیں کہ ان کی موجودہ صورت کو اس سے بہتر شکل دے دیں''۔(محمد امانت اللہ اصلاحی)

(۵۲) فَبِأَیِّ آلَاء رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ۔(الرحمٰن:۱۳)

یہ آیت سورہ رحمان میں اکتیس مرتبہ آئی ہے، عام طور سے مترجمین نے اس آیت میں أیّ کا ترجمہ کس کس یا کن کن یا کون کون سی کیا ہے، تدبر قرآن میں امین احسن اصلاحی کے ترجمہ میں بھی زیادہ تر یہی ترجمہ ہے، البتہ کچھ آیتوں میں کن کن کے بجائے کتنی یا کتنے ترجمہ کیا ہے جیسے:

''تم اپنے رب کی کتنی رحمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔(۹۴)

''تو تم اپنے رب کی کتنی نعمتوں کی تکذیب کرو گے''۔(۵۵)

''تو تم اپنے رب کی کتنی نوازشوں کو جھٹلاؤ گے''۔(۷۵)

الغرض اکتیس میں سے دس مقامات ایسے ہیں جہاں کن کن کے بجائے کتنی یا کتنے ترجمہ کیا ہے۔محسوس ہوتا ہے کہ ایسا عجلت میں ہوگیا ہے۔

(۵۳) سبق کا ایک خاص مفہوم

لفظ سبق کا ایک معنی کسی سے آگے نکل جانا ہوتا ہے اوراس کی قرآن مجید میں نظیریں بھی ہیں، جیسے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ۔(الحشر:۱۰)

''اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں''۔(سید مودودی)

''اے ہمارے رب ہم کو بھی بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش جنھوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی''۔(امین احسن اصلاحی)

تاہم اسی لفظ کا ایک اور معنی ہے، اور وہ ہے کسی کی پہونچ اور قابو سے باہر نکل جانا۔اوراس کی بھی قرآن مجید میں نظیریں ہیں۔

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ سَبَقُواْ إِنَّهُمْ لاَ يُعْجِزُونَ۔(الانفال:۵۹)

''اور کافر یہ گمان نہ کریں کہ وہ نکل بھاگیں گے، وہ ہمارے قابو سے باہر نہیں جا سکیں گے''۔(امین احسن اصلاحی)

اس ترجمہ میں ایک خامی یہ رہ گئی کہ فعل ماضی ہے اور بنا کسی سبب یا قرینے کے ترجمہ مستقبل کا کردیا ہے، درست ترجمہ یوں ہے:

''اور کافر یہ گمان نہ کریں کہ وہ اللہ کی پہونچ سے باہر نکل گئے، وہ ہمارے قابو سے باہر نہیں جا سکیں گے''۔(امانت اللہ اصلاحی)

بعض لوگوں نے یہاں بھی بازی لے جانے کا ترجمہ کیا ہے، جیسے:

''منکرینِ حق اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ بازی لے گئے، یقیناً وہ ہم کو ہرا نہیں سکتے''۔(سید مودودی)

یہ ترجمہ درست نہیں ہے، کیونکہ یہاں کوئی دوڑ کا مقابلہ موضوع گفتگو نہیں ہے جس میں کوئی بازی لے جائے، بلکہ اللہ کی پہونچ سے باہر نکلنے کی بات ہو رہی ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَن يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔(العنکبوت:۴)

''کیا جو لوگ برائیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ گمان رکھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے باہر نکل جائیں گے''۔(امین احسن اصلاحی)

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَى بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۔(العنکبوت:۳۹)

''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ہم نے ہلاک کردیا، اور موسی ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے

ملک میں گھمنڈ کیا اور وہ ہمارے قابو سے باہر نکل جانے والے نہ بن سکے''۔(امین احسن اصلاحی)

اس آیت میں بھی بعض لوگوں نے آگے بڑھ جانے اور سبقت لے جانے کا ترجمہ کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

''اور قارون وفرعون وہامان کو ہم نے ہلاک کیا موسیٰ اُن کے پاس بیّنات لے کر آیا مگر انہوں نے زمین میں اپنی بڑائی کا زعم کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے''۔(سید مودودی)

''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی، ان کے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے''۔(محمد جوناگڑھی)

(۵۴) وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ کا ترجمہ

اس سلسلے میں ایک آیت پر خصوصی گفتگو کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اور وہ سورہ یٰسین کی مندرجہ ذیل آیت ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یس:۴۰)

''نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے، ہر ایک اپنے خاص دائرے میں گردش کرتا ہے''۔(امین احسن اصلاحی)

''نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں''۔(سید مودودی)

''سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک، ایک گھیرے میں پیر رہا ہے''۔(احمد رضا خان)

''نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں''۔(فتح محمد جالندھری)

''نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں''۔(محمد جوناگڑھی)

مذکورہ بالا تمام ترجموں کی رو سے آیت میں رات کے دن پر سبقت کرنے، دن سے پہلے آنے اور دن پر آگے بڑھ جانے کی بات کہی گئی ہے، اور اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ دن کے لئے مقرر وقت ختم ہونے سے پہلے رات نہیں آسکتی۔ اس پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ کسی کے آنے سے پہلے کسی دوسرے کے آجانے کے لئے تو سبق کا استعمال درست ہے لیکن کسی کے جانے سے پہلے کسی دوسرے کے آجانے کے لئے لفظ سبق کا استعمال محل نظر ہے۔

مولانا امانت اللہ اصلاحی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن کی پہونچ سے باہر ہو سکتی ہے، ہر ایک اپنے خاص دائرے میں گردش کرتا ہے''۔ گویا یہ نہیں ہو سکتا کہ دن کی پہونچ سے رات اس طرح باہر ہو جائے کہ پھر آئے ہی نہیں، بلکہ ہر دن کے بعد رات کا آنا ضروری ہے۔ اس ترجمہ سے معنی کا یہ حسن سامنے آتا ہے، کہ ایک طرف تو سورج اور چاند

کی گردش ہے کہ سورج چاند کو گرفتار نہیں کرسکتا، دوسری طرف رات اس طرح دن کی گرفت میں ہے کہ اس کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتی، روز دن اس کو جالیتا ہے۔ چاند کبھی سورج کی گرفت میں نہیں آسکتا یہ بھی اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے،اوررات کبھی دن کی پہونچ سے باہر نہیں نکل سکتی یہ بھی اللہ کی قدرت کا کمال ہے۔

دن رات کا تعاقب کر کے اس کو جالیتا ہے، اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے، سورہ اعراف میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۔ (الاعراف:۵۴)

آیت کے اس حصے کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں:

''جورات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے''۔ (سید مودودی)

''رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے''۔ (احمد رضا خان)

''وہی رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے (درآنحالیکہ دن رات میں سے) ہر ایک دوسرے کے تعاقب میں تیزی سے لگا رہتا ہے''۔ (طاہر القادری)

''وہ شب سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے''۔ (محمد جوناگڑھی)

''ڈھانکتا ہے رات کو دن پر جو اس کا پوری سرگرمی سے تعاقب کرتی ہے''۔ (امین احسن اصلاحی)

''اڑھاتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا''۔ (شیخ الہند محمود الحسن)

ان ترجموں کا جائزہ لینے کے لئے دو باتوں کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے، پہلی بات یہ کہ چونکہ لیل پہلے آیا ہے اور نہار بعد میں آیا ہے اس لئے لفظوں کی ترتیب کے لحاظ سے رات کو دن پر ڈھانکنا یا اڑھانا زیادہ مناسب ہے۔ ترتیب کے قرینے کے علاوہ دوسرے مقامات پر اس بات کی صراحت بھی ہے کہ غشی یعنی ڈھانکنے کا عمل رات انجام دیتی ہے، جیسے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (اللیل:۱) اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا (الشمس:۴) اس لئے رات پر دن اڑھانا، یا دونوں کو ایک دوسرے پر ڈھانکنا، کمزور ترجمہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ قرآن کی رو سے رات کا رول بھاگنے کا ہے نہ کہ پیچھا کرنے کا، وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ (المدثر:۳۳) اس پہلو سے تعاقب کر کے پیچھا کرنے کا کام دن کے لئے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ ترجمے زیادہ موزوں ہیں جن میں يَطْلُبُهُ حَثِيثًا کا فاعل نہار کو بنایا گیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ پہلے دن رات کا تعاقب کرتا ہے، اور اس کے بعد رات کو دن پر ڈھانک دیا جاتا ہے، نہ کہ جیسا سید مودودی کے ترجمے میں ہے کہ ڈھانکنے کے بعد دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آئے۔

مولانا امانت اللہ اصلاحی اس جملے کا ترجمہ یوں کرتے ہیں؛

''ڈھانکتا ہے رات سے دن کو جو اس کا پوری سرگرمی سے تعاقب کرتا ہے''۔

سورہ یٰسین اور سورہ اعراف کی دونوں آیتوں کو سامنے رکھا جائے تو مطلب یہ بنتا ہے کہ رات پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے،

دن اس کا پیچھا کرتا ہے، تعاقب کرنے کے بعد جب دن رات کو جالیتا ہے تو اللہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے۔ صبح رات پھر راہ فرار اختیار کرتی ہے اور پھر دن رات کو جالیتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، رات کبھی دن کی پہونچ سے باہر نہیں نکل پاتی۔

(۵۵) لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ کا ترجمہ

کسی متعین وقت کے سیاق میں جب بات ہورہی ہو تو لفظ استئخار کا مطلب ہوتا ہے، کسی کام کا متعین وقت پر انجام نہ پانا بلکہ تاخیر ہوجانا، جبکہ لفظ استقدام یا لفظ سبق کا مطلب ہوتا ہے کسی کام کا اس متعین وقت سے پہلے ہی انجام پاجانا۔ جہاں تک اردو زبان کا معاملہ ہے، کسی کام کا وقت متعین ہو، تو اگر اس وقت سے پہلے وہ کام انجام دے دیا جائے تو اسے وقت سے آگے بڑھ جانا کہتے ہیں، اور اگر وہ کام انجام دینے میں تاخیر ہوجائے تو اسے وقت سے پیچھے رہ جانا کہتے ہیں۔

یہ مضمون کہ اس دنیا میں لوگوں کی زندگی کا ایک متعین وقت ہے، اور کوئی اس متعین وقت سے نہ تو پہلے اس دنیا سے جاسکتا ہے، اور نہ متعین وقت کے بعد یہاں رہ سکتا ہے، قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ذکر ہوا ہے، جیسے:

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ۔ (المؤمنون:۴۳)

''کوئی جماعت اپنے وقت سے نہ آگے جاسکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے''۔(فتح محمد جالندھری)

''نہ کوئی قوم اپنی اجل معین سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ اس سے پیچھے رہ سکتی ہے''۔(امانت اللہ اصلاحی)

''کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نہ اس کے بعد ٹھیر سکی۔(سید مودودی، اس ترجمہ کی غلطی یہ ہے کہ بنا کسی سبب یا قرینہ کے فعل مضارع کا ترجمہ زمانہ ماضی سے کردیا ہے، اسے حال یا مستقبل ہونا چاہئے۔)

اسی سے ملتے جلتے مضمون کی تین آیتیں قرآن مجید میں ایک خاص اسلوب میں آئی ہیں اور ان کے جو ترجمے کئے گئے ہیں وہ توجہ طلب ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔(الاعراف:۳۴)

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔(یونس:۴۹)

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔(النحل:۶۱)

ان آیتوں کے ترجمہ سے پہلے ایک بات واضح ہونا ضروری ہے کہ جب سفر کا متعین وقت آجاتا ہے تو اس سے پیچھے ہٹنے کا امکان تو تصور کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے آگے بڑھنے کا امکان ہی ناقابل تصور ہے۔ آگے بڑھنے کا امکان اسی وقت تک متصور ہے جب تک وقت متعین نہ آیا ہو، جب وقت متعین آگیا تو پھر تاخیر تو متصور ہوتی ہے تقدیم متصور نہیں ہوتی ہے۔

اس کے پیش نظر مولانا امانت اللہ اصلاحی نے ایک اہم نکتہ کی نشان دہی فرمائی، وہ یہ کہ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ کا جواب صرف لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ہے، جبکہ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ جواب پر معطوف ہوکر جواب کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اس

پورے جملے کا تتمہ ہے۔ مطلب یہ کہ آیت میں دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ اجل کے آنے کے بعد تاخیر نہیں ہوسکتی، دوسرے یہ کہ اجل کے آنے سے پہلے تقدیم بھی نہیں ہوسکتی ہے۔ گویا اجل کے آنے سے تاخیر کا تو تعلق ہے، لیکن تقدیم کا تعلق اجل کے آنے سے نہیں ہے۔

اس وضاحت کی روشنی میں ہم الگ الگ تینوں آیتوں کے ترجموں کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ۔ (الاعراف:۳۴)

''اور ہر امت کے لئے ایک مقررہ مدت ہے، تو جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے''۔ (امین احسن اصلاحی)

''اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے''۔ (محمد جونا گڑھی)

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ۔ (یونس:۴۹)

''ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتے نہ آگے''۔ (امین احسن اصلاحی)

''ہر امت کے لیے مہلت کی ایک مدت ہے، جب یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہوتی''۔ (سید مودودی)

''ہر امت کے لیے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں''۔ (محمد جونا گڑھی)

مذکورہ بالا ترجموں کے مقابلے میں فتح محمد جالندھری کا ذیل کا ترجمہ صحیح ہے۔

''ہر ایک امت کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں''۔ (فتح محمد جالندھری)

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ۔ (النحل:۶۱)

''تو جب ان کا وقت معین آجائے گا تو اس سے نہ وہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے''۔ (امین احسن اصلاحی)

''جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں''۔ (فتح محمد جالندھری)

''جب ان کا وہ وقت آجاتا ہے تو وہ ایک ساعت نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں''۔ (محمد جونا گڑھی)

مولانا امانت اللہ اصلاحی نے مذکورہ تینوں آیتوں کے ترجموں کی غلطی کو دور کرتے ہوئے اس طرح ترجمہ کیا ہے:

''جب ان کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بعد ایک گھڑی پیچھے نہیں ہوسکتے اور نہ پہلے جا سکتے ہیں''۔